کلیاتِ بیدل حیدری

ترتیب و تہذیب

شکیل سروش

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

کلیاتِ بیدل حیدری

ترتیب و تہذیب

شکیل سروش

ادب وثقافت انٹرنیشنل

ادب و ثقافت، انٹرنیشنل
Adab-o-Saqafat, International
P.O.Box 210131, Milwaukee, WI-53221, USA.
Phone: +414-748-6000, +414-748-5000

جملہ حقوق بہ حق ادارہ محفوظ ©

اشاعت : 2015
کتاب : کلیاتِ بیدل حیدری
شاعر : بیدل حیدری
تزئین : عبدالحفیظ
قیمت : 1000روپے
مطبع : بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

Kuliyat-e-Beydil Hadri
by
Beydil Hadir
Edition - 2015

زیر اہتمام
اَدب وثقافت، انٹرنیشنل
Adab-o-Saqafat, International
Facebook/shakeel.sarosh
Facebook/Adab-o-Saqafat
www.adab-o-saqafat.com

ناشر
مثال پبلشرز رحیم سینٹر پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد، پاکستان
Phone: +92-41-2615359, Cell:0333-9933221
E-mail: misaalpb@gmail.com

شوروم
مثال کتاب گھر، صابریہ پلازہ، گلی نمبر 8، منشی محلّہ، امین پور بازار، فیصل آباد

اُستادِ محترم

جناب بیدل حیدری کے

اہلِ خانہ کے نام

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

ترتیب

پیش لفظ: میرے اُستاد جی

میری نظمیں

پشت پہ گھر

ان کہی

کہتے تھک گئے

میرے اُستاد جی

جدید اُردو غزل آج اپنی جس معراج پر متمکن ہے۔۔۔ممکن نہیں کہ اس مقامِ رفعت تک اس کی رسائی کے لیے جناب بیدل حیدری ایسے نابغۂ روزگار شعرا کی فنی وفکری کمالات وثمرات سے صرفِ نظر کیا جا سکے۔۔۔ ذاتی حوالہ سے بھی دیکھا جائے تو میں اس اَمر کو اپنی خوش بختی سے تعبیر کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے بے شمار معاصرین کو جدید اُردو شعریات کے مطالبات اور ان مطالبات سے عہدہ برآ ہونے کی تربیت اِس مکتب سے حاصل ہوئی۔۔۔دُنیائے غزل جسے بیدل حیدری کے نام سے پہچانتی ہے۔

جنوبی پنجاب کے کبیر والا نام سے موسوم ایک گمنام قصبے کو اپنی شعری ریاضتوں کی بدولت دبستانی معیارات کی جامعیت تک پہنچا دینے والے درویش صفت شاعر کی بارگاہِ تخلیق سے ناطۂ ارادات کی استواری ایک ایسا اعزاز ہے کہ جو میرے لیے کسی افتخار سے کم نہیں ہے۔میری اِس ارادات و نیاز مندی کو انھوں نے اپنے تیسرے شعری مجموعے ''اَن کہی'' میں بصورتِ کلماتِ انتساب سندِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے میرے اِس تفاخر کو مستند کیا۔

یادش بخیر جناب بیدل حیدری سے میرا رابطہ بوساطت تو قیر لدھیانوی عمل میں آیا۔ یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے جب انھوں نے مجھے اپنے حلقہ تلامذہ میں شمولیت کے قابل خیال کرتے ہوئے، خصوصی طور پر منعقدہ تقریبِ مشاعرہ کے دوران میرے بازو پر گنڈا باندھتے ہوئے مکتبِ فن میں داخلے کا اعلامیہ جاری کیا۔اِس مبارک موقع پر شیرینی بھی تقسیم کی گئی۔۔۔کہ قدیم اساتذۂ فن کی طرح روایات پاسداری انھیں بہت عزیز تھی۔۔۔۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۹ء تک تقریباً بیس برس پر محیط عرصہ میں

اگر ہر روز نہیں تو دوسرے تیسرے دن ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا۔۔۔ میرا قیام چونکہ چیچہ وطنی میں تھا جو کبیر والا سے کم و بیش دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔۔۔ یہ دُوری مگر ان کی خدمت میں میری معمولات کے مطابق حاضری میں کبھی حارج نہ ہو سکی۔ اس دوران میں اپنی محدود تخلیقی صلاحیت کے باوجود۔۔۔ ان کی فیاضانہ شفقت کی بدولت مجھے اُن سے اِس درجہ قربت کا استحقاق میسر ہوا کہ انھیں خالصتاً اپنے نجی و خانگی معاملات کو فیصل کرتے ہوئے مجھے مشورت طلبی کے اعزاز سے محروم رکھنا گوارا نہیں رہا تھا۔

بطورِ فرزند معنوی بیدل صاحب کے ہاں فردِ خانہ کی سی اہمیت دیے جانے کو۔۔۔ اِس زمانے کے میرے شاعرانِ ہم مکتب جن میں اختر شمار، اطہر ناسک، ارشاد جالندھری، مظہر بخاری، شوکت مہدی، شکیل ملتانی، شام جعفری، صادق راہی، حسن عدیل کے نام شامل ہیں۔۔۔ اکثر و بیشتر رشک، کبھی کبھار نگہہ رقیبانہ سے دیکھتے۔۔۔ اور ہمیشہ ایسے موقع کی تاک میں رہتے کہ جس سے انھیں اُستادِ گرامی کو میری نسبت سے بدگمان کرنے اور اپنی اہمیت منوانے کا موقع مِل سکے۔۔۔ یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ میرے اُستادِ گرامی کے لیے مخصوص کلمۂ تخاطب ''اُستاد جی'' کو ہدفِ ملامت بناتے ہوئے بیدل صاحب کو یہ باور کروانے کی کوشش کی گئی کہ۔۔۔ شکیل سروش بخوبی جانتے بوجھتے ہوئے کہ ''اُستاد جی'' کا کلمۂ تخاطب۔۔۔ طبلہ نوازوں، سازندوں، ڈرائیوروں، مالشیوں وغیرہ کے طرزِ تکلم کا اشارت گر ہے۔۔۔ آپ کی علمی مرتبت، رفعتِ منصبِ خلاقیت کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے ہر وقت جاہلوں کی طرح اُستاد جی، اُستاد جی کا راگ الاپتا رہتا ہے۔ ہمیں اِس کا یہ طرزِ تخاطب بہت ناگوار محسوس ہوتا ہے۔۔۔ آپ اُسے اِس اَمر سے منع کیوں نہیں فرماتے؟ بیدل صاحب کہ رمز شناس آدمی تھے، مسکرائے اور فرمایا شکیل سروش کی زبان سے مجھے اپنے لیے یہی تخاطب اچھا لگتا ہے۔۔۔ البتہ آپ لوگ اگر اِس طرزِ تخاطب سے احتراز ہی واجب جانیں تو بہتر ہوگا۔

خیر اِس نوع کی واقعاتی رُوداد کے بیان کا یہ محل نہیں ہے اس بیان کو کسی اور مضمون پر موقوف کر دینا مناسب ہوگا۔۔۔ غرضِ مدعا پر نظر رکھتے ہوئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بیدل حیدری کی شخصیت کا افسون اور علمی کشش انھیں مرجعِ خاص و عام بنائے رکھتی تھی۔ اُن سے متعلق ہر شخص اُن سے زیادہ قریب ہونے کا خواہاں دکھائی دیتا۔۔۔ دولتِ اخلاص کہ بیدل صاحب کو بے انتہا میسر تھی، ہر آنے والے پر نچھاور کرتے چلے جاتے۔۔۔ ہر آنے والے کے لیے دیدۂ و دل فرشِ راہ کر دینے کے اِس

مسلک کی جھلک ان کے اِس شعر میں تصویر بناتی ہوئی دیکھئے کہ۔۔۔

جو آ گئے ہیں اُن کی تمنّا کا رکھ بھرم
آ تا ہے کون روز تری بارگاہ میں

خود سے خواستگارانِ فیض کی حسبِ استطاعت خدمت گزاری کا چلن ان کی مجلسی زندگی کا لازمہ بن کر ہمیشہ زیرِ عمل رہا۔ اگرچہ اپنے اِس شعر کے مصداق کہ:

شاعر کی زندگی ہے پیمبر کی زندگی
جب دیکھئے کسی نہ کسی اِبتلا میں ہے

زندگی بھر وہ ہمیشہ کسی نہ کسی اِبتلا کا شکار رہے۔ اپنے آبائی شہر غازی آباد (بھارت) سے پاکستان ہجرت، کبیروالا میں مستقل اقامت کے معاملات، معاشی کسمپرسی کے عالم میں خاندان کی کفالت کے سلسلے، سماجی روابط کی ازسرِ نو تشکیل۔۔۔ تہذیبی و ادبی زندگی کی فعالیت کے معاملات، ذاتی زندگی میں پے در پے رُونما پذیر سانحات۔۔۔ غرض جملہ مسائل و مصائب کے اُلجھاوے بھی انھیں اپنی اِس دُنیا کی تشکیل سے باز و ممنوع نہیں رکھ سکے۔۔۔ کہ جس میں خطۂ جنوبی پنجاب کے بے شمار نوآموز مجھ جیسے تشنگانِ ادب کی سیرابیٔ ذوق کے لیے ہر قسم کا سامانِ راحت موجود تھا۔

بیدل صاحب نہایت وسیع المطالعہ اور وسیع المشرب انسان تھے۔ مختلف النوع علوم پر ان کی دسترس نے ان کے کمالاتِ فن کو تکمیلے کی اِس سطح پر لا کھڑا کیا کہ جو سطحِ تشخص صرف اُستادانِ فن کے لیے ہی مخصوص ہے۔۔۔ اب اِس اَمر کو ان کے اخلاقِ حسنہ کی کارگزاری تصوّر کریں۔ شاعرانہ ریاضت کی توجیہہ دیں یا فیضانِ تفکر پر محمول کریں کہ اُن کا اسلوبِ زندگی اور اسلوبِ شعر۔۔۔ بمعنی ٔ ہمدگر ہوتا چلا گیا۔۔۔

آج بھی۔۔۔ کہ ان کو وصال پائے ایک دہائی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔۔۔ جب بھی ان کی شعریات سے گزرنے کا موقع ملتا ہے تو جابجا نظر آتا ہے کہ۔۔۔ خالصتاً ذاتی واردات قالبِ شعری میں ڈھال کر تخلیقی عمل کی ذیل میں ایک طرح سے وہ حقِ خود نوشت بھی ادا کرتے چلے گئے ہیں۔ ان کے اشعار سے جابجا شہادتیں میسر آتی ہیں کہ انھوں نے اپنے قول و فعل میں کبھی تضادات کو دخیل نہیں ہونے دیا۔ بیدل صاحب کا شمار ادبی تاریخ کے معدودے چند ایسے شعرا میں کیا جاسکتا ہے کہ جن کی زندگی اُن کے شعری تفکرات کی متابعت میں آگے بڑھتی رہی۔۔۔ اپنے اشعار میں

اگر وہ بے ریائی کا پرچار کرتے دکھائی دیتے ہیں تو ان کی عملی زندگی بھی بے ریائی کا مرقع نظر آتی ہے۔اگر وہ فرد کی آزادی اور مساوات کے حق میں آواز بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں تو یقین مانیے کہ عملی زندگی میں اُن کا طرزِ عمل بھی انھی تفکرات کا حقیقی ترجمان بن کر سامنے آتا ہے۔دُنیا بھر کی ادبی، فنی،فکری تحریکات پر ان کی نگاہ رہی،قدیم شاعری کے ساتھ ساتھ جدید تر شعری منظر نامہ کبھی ان نظر سے اوجھل نہ ہوا۔

عصری،شعری ارتقاء کے تازہ تر فکری وفنی اسالیب کو بیدل صاحب کے ہاں سے ہمیشہ پذیرائی اور توانائی میسر آئی۔۔۔یہی وجہ تھی کہ نسلِ نو کے شعرا۔۔اپنی فکری وفنی تشکیل کے باب میں ان سے راہنمائی کے لیے رجوع کرتے۔۔۔بیدل صاحب بھی ترسیلِ فن کے باب میں بہت فیاض واقع ہوئے تھے۔۔۔اصلاحِ شعر کے لیے ہر کسی کو ہر وقت دستیاب رہتے۔ان کے اِس وتیرے نے جدید شعرا کی ایک ایسی کھیپ تیار کی کہ جس نے کبیر والا کی ادبی اہمیت کو بڑے ادبی مراکز کے برابر لا کھڑا کیا۔ان کا کہنا تھا کہ :

رونقِ دشتِ سخن ختم نہ ہو گی بیدلؔ
اپنے پیچھے بھی ہم اِک قافلہ چھوڑ آئے ہیں

اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے ان کے اعجازِ تربیت کی بدولت دُنیائے ادب کو بہت سے ایسے باکمال شعرا (جن میں کہ میں خو کو تو بہر طور شمار نہیں کرتا) میسر ہوئے کہ اب جن کے وجودِ ہنر سے عصرِ تازہ تر کی بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں۔

عموماً خیال کیا جاتا ہے اور بجا خیال کیا جاتا ہے کہ بیدل صاحب اگر کسی بڑے ادبی مرکز میں قیام فرما ہوتے تو شاید آج ان کی تخلیقات۔۔۔مختلف مدارج کے تعلیمی نصاب کا حصہ بھی قرار پا چکی ہوتیں،مگر وہ خوب جانتے تھے کہ شہرت اہلِ ہنر کے سامنے جس نوع کی قربانیوں کی طلبگار رہتی ہے۔۔۔ وہ اِس کے لیے خود کو کبھی آمادہ نہیں کر پائیں گے۔کاسہ لیسی اور خوشامد کے عوضانے میں ملنے والی بلندیٔ درجات انھیں قطعاً قابلِ قبول نہیں تھی۔۔۔تعلقاتِ عامہ کی سیڑھیوں پر قدم دھرتے ہوئے اُونچائی کا سفر طے کرنے سے انھیں ہمیشہ نفرت رہی۔۔۔کبیر والا میں ادبی لحاظ سے اگرچہ وہ بڑے مراکزِ نشر واشاعت اشہار سے فاصلاتی اور مواصلاتی دُوری۔۔۔اختیار کیے ہوئے تھے لیکن اپنے ادبی کردار سے وہ پوری طرح مطمئن تھے۔درحقیقت انھوں نے بڑے ادبی مراکز سے اپنے بُعدِ قیام کو بھی

اپنی تخلیقی قوت میں ڈھالنے کا ہنر سیکھ لیا تھا۔ اِس باب میں ان کا کہنا تھا:

تخلیق میں دم خم ہے مضافات کے دم سے

وہ یوں کہ مضافات میں تنہائی بہت ہے

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت سے شعرا کرام خود پسندی اور نرگسیت کی ایک ایسی نہج پر پہنچ جاتے ہیں کہ معاصر شعرا کے عمدہ ترین کلام کو بھی بیک جنبش زبان ردّ کر دینے میں دیر نہیں لگاتے مگر اُستاد جی کے ہاں اس رویہ کا پرتو نہیں ملتا تھا۔۔۔ وہ شعر کے تخلیقی معیارات کی قدر افزائی کے لیے اِس کے تخلیق کار کو درمیان میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔۔۔ اکثر ایسا ہوا کہ وہ اپنے ناقد شعرا کہ شعری حلقوں میں جنھیں ان کا مخالف بھی تصوّر کیا جاتا تھا۔۔۔ کے عمدہ اشعار کی برملا تعریف کرتے اور ان اشعار کو بار بار پڑھتے اور محظوظ ہوتے دکھائی دیے۔

عمدہ شعر انھیں جس کسی کا، جہاں کہیں پڑھنے یا سننے کو ملتا۔۔۔ ان کی کوشش ہوتی کہ وہ اپنے لطفِ ذوق میں اپنے ملاقاتیوں کو بھی ضرور شامل کریں۔ غرض اپنے معاصر شعرا کے کمالاتِ شعری کے اعتراف میں بخیل واقع نہیں ہوئے تھے۔

احمد ندیم قاسمی، ظفر اقبال، علامہ نذیر کھتولوی، نازش حیدری کے بہت سے عمدہ اشعار سے میرا اوّلین سماعتی تعارف انھی کی بدولت میسر ہوا، بعض عروضی معاملات پر بشیر احمد بشیر وغیرہ سے ''جواب در جوابِ آں'' کی صورت میں اُن کا طویل عرصہ تک مکالمہ جاری رہا مگر۔۔۔ نقطۂ نظر کے شدید تر اختلاف کے باوجود انھوں نے اِس اختلافِ رائے کو کبھی ذاتی نہیں بننے دیا۔۔۔ جب بھی میں نے اُن کا تذکرہ اُستاد جی کی زبان سے سنا، احترام کے صیغے ہی میں سنا۔۔۔ تاہم اِس میں کلام نہیں کہ بیدل صاحب کی فتوحاتِ شعری نے اُن کے بہت سے حاسدین بھی پیدا کر دیئے تھے جو ادبی محاذ پر اُن کے خلاف کمر بستہ رہے۔۔۔ بیدل صاحب نے خود پر بے جا تنقید کا جواب طعن و تشنیع سے دینے کے بجائے ہمیشہ تخلیقی صورت ہی میں دیا۔۔۔ اور وہ تخلیقی حوالہ سے میدان پر میدان مارتے ہوئے اپنے ادبی مخالفین کو پسپا کرتے چلے گئے۔

سماجی حوالہ سے بھی اپنے مخلصین سے اپنی وابستگی اپنے تخلیقی دائرۂ کار سے باہر نہیں ہونے دیتے تھے۔۔۔ شادی کا موقع ہوتا، سہرا اہتمام سے تحریر فرماتے، سانحہ ارتحالِ رُونما ہوتا۔۔۔ تو مرثیے کی صورت میں اپنے غم واندوہ کا اظہار کرتے۔ غرض انھوں نے اپنا ہر تعلق شاعرانہ سطح پر ہی

نباہنے کو ترجیح دی۔۔۔

۱۹۹۹ء کے اواخر میں، مَیں امریکہ میں سکونت پذیر ہو گیا مگر اُستاد جی سے میرا رابطہ کبھی کمزور نہیں پڑا۔۔۔ دوسرے چوتھے فون پر گفتگو رہتی۔ دیارِ غیر میں رہتے ہوئے ان کی شخصیت کے جس پہلو نے بطورِ خاص مجھے متاثر کیا وہ وطنِ عزیز پاکستان سے ان کی بے پناہ محبت اور وابستگی تھی۔ ان کی مسلسل گرتی ہوئی صحت اور اُن کے مسلسل بڑھتے چلے جا رہے مادی مسائل کے پیشِ نظر میں نے ان کی اپنے پاس امریکہ منتقلی کے لیے کسی سعی کی اجازت چاہی تو سختی سے منع فرما دیا کہ ایک ہجرت کے بعد ایک اور ہجرت کا تصوّر بھی انھیں گوارا نہ تھا۔

کون دیارِ غیر میں جا کر بے گھر ٹھہرے
بیدلؔ مجھ کو میرا پاکستان بہت ہے

ان کی زندگی کا آخری حصہ کچھ ایسی پریشانیوں میں گزرا کہ جس میں خود ان کے بقول کسی بہتری کی بھی اُمید بہت کم دکھائی دیتی تھی:

بیدلؔ قبائے زیست ہے صد سو جگہ سے چاک
دامن رفو کریں کہ گریباں رفو کریں

۸ مارچ ۲۰۰۴ء کی شب جب امریکہ میں مجھے ان کی رحلت کی خبر ملی کہ ''اُستاد جی'' اِس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے، دل بار بار اِس خبر پر یقین نہ کرنے کو مچلا۔۔۔ مگر یہی سچ تھا۔ اس وقت اِس سانحے کا خدشہ میرے وہم و گمان سے اس لیے بھی دُور تھا کہ غالباً ایک دو ہفتے قبل ہی بعض طبی مسائل کے باوجود زندگی سے زیادہ زندہ۔۔۔ اِس شخص کے ساتھ کئی دن قیام کے بعد میں واپس گیا تھا۔۔۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُن کے ساتھ قیام کے دوران میں، میں نے ''ادب و ثقافت'' کے اس وقت کے تازہ اشاعتی شمارے بھی ان کی نذر کیے تھے اور انھوں نے مطالعے کے بعد مجھے ''ادب و ثقافت'' کے حوالے سے مزید بہتری لائے جانے کے لیے ہدایات سے بھی نوازا تھا۔ اُس وقت تک تو وہ بہر طور حملہ آورانِ عدم کے سامنے ایسے بے بس دکھائی نہ دیتے تھے، مگر مشیت کے فیصلوں کے سامنے آج تک کون ٹھہر سکا ہے جو وہ ٹھہرتے۔ بیدلؔ صاحب کا کہنا تھا:

نہ ہم پارس کا ٹکڑا اور نہ بیدلؔ آئینہ گر ہیں
مگر دشتِ ہنر کی خاک کو سونا بناتے ہیں

دشتِ ہنر کی خاک کو سونا بنا دینے والا یہ کیمیا گر منوں مٹی کے نیچے دفن ہو چکا تھا۔ مگر میں کہ جس کو انھوں نے اپنا پسرِ معنوی قرار دے رکھا تھا۔ جنازے کو کاندھا دینے سے بھی معذور رہا۔۔۔ تا حیات جس کا مجھے تاسف رہے گا، مگر کیا کیا جائے کہ اس نوع کا تاسف تارکینِ وطن کی اکثریت کا مقدر بن جانے کی بڑی قدرت رکھتا ہے۔

''اُستاد جی'' کی رحلت کے بعد ان کے منتشر کلام کی یکجائی اور اشاعت میرا مطمحِ نظر تھا، مقامِ شکر ہے کہ اِس کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی صورت بنتی دکھائی دے رہی ہے۔ بیدل صاحب کے غیر مطبوعہ کلام کی یکجائی اور ترتیب وتہذیب کے سلسلہ میں رحمت علی شاد جو اُردو زبان کے اُستاد اور محقق بھی ہیں نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، غیر مطبوعہ کلام کے ضمن میں ان کا مرتب کردہ مسودہ مع دیباچہ ''کتبے ٹھہر گئے'' کے مجموعہ جاتی نام سے شاملِ کلیات کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے الگ صورت میں بھی اِس مجموعے کی اشاعت بہت جلد ممکن ہو سکے گی۔ علاوہ ازیں جناب بیدل حیدری کی شخصیت اور شاعری کے حوالہ سے لکھے گئے مقالہ جات اور مضامین کو یکجا کر کے مطبوعہ صورت میں لائے جانے کے لیے کاوشوں کا آغاز کیا جا چکا ہے۔ اگر احباب ''اِدارہ ادب وثقافت'' کی اِس سلسلہ میں کوئی معاونت فرما سکیں تو ممنونِ احسان ہوں گا۔

جناب بیدل حیدری کا اوّلین شعری مجموعہ ''اوراقِ گل'' جو کہ مکتبہ فرید مزنگ لاہور کے زیرِ اہتمام ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا، باوجود بصد کوشش عدم رسائی وعدم دستیابی کی بنا پر کلیات ہذا میں شامل نہیں ہے۔ تاہم ''اوراقِ گل'' تک رسائی کی کاوشیں حسبِ معمول جاری وساری ہیں۔ محققینِ ادب سے درخواست ہے اِس سلسلہ میں ممکن ہو تو راہنمائی فرمائیں۔

کلیاتِ بیدل حیدری کی اشاعت ہذا کی کاوشوں کے سلسلہ میں اگر مہتمم ادارہ ''مثال پبلشرز'' محمد عابد کی خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے تو قرینِ انصاف نہ ہوگا۔۔۔ ان کے لیے خصوصی شکریہ۔ اُمید ہے کہ کلیاتِ بیدل پر اپنی ناقدانہ رائے کے ساتھ ساتھ بیادِ بیدل حیدری مختص شدہ ادارہ ''ادب وثقافت'' کے کام کو بڑھاوا دینے کے لیے اگر کسی ذہن میں تجاویز ہوں گی۔۔۔ تو ان سے ضرور نوازا جاؤں گا۔

شکیل سروش

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

میری نظمیں

معرفہ بیٹی، ہمایوں بیٹے

اور ارفع نواسی

کے

نام

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

میری نظمیں

روشنی	۱
نعت	۳
مینار	۴
قصۂ پارینہ	۵
لوگو!	۸
روایت	۹
گرمیوں کی پہلی بارش	۱۱
صبحِ عید	۱۳
میرے بچے	۱۵
ہمارے بچے	۱۷
خواب	۱۹
چمن چمن انقلاب ہوگا	۲۱
خزاں	۲۳
غزل کے بارے میں	۲۵
۶ ستمبر	۲۷
فلک پھر بھی نہیں ٹوٹا	۲۸
ماں	۳۰
معذور فاختہ	۳۱
سرخ غزل	۳۳
میرا ترانہ	۳۴
سیلاب	۳۵
آج اور کل	۳۶

روشنی کی حکومت ۳۷
سقوطِ ڈھاکہ کے پس منظر میں ۳۸
یہ کون تھا؟ ۳۹
کہانی ۴۰
اکتوبر انقلاب ۴۱
مجھے اِک گیت لکھنا ہے ۴۲
وہاں بینائی کیسی ہے ۴۴
لہجہ ۴۶
ایک دوست کی فرمائش پر ۴۷
سہرا ۵۰
شکیب جلالی کے لیے ۵۲
مجید امجد کے لیے ۵۳
اپنے استاد کی موت پر ۵۴
حسن ناصر شہید ۵۶
منزّہ کے لیے ۵۷
سلمیٰ کے لیے ۵۹
سبطے کے لیے ایک نظم ۶۰
اجنبی بیٹے کے لیے ۶۳
اپنے بیٹے کے لیے ۶۵
وفا کے لیے ۶۸
وفا کے لیے بے وفا کے لیے ۶۹
ایک دوست کی موت پر ۷۰
سچ بتا! ۷۱
مجذوب کی بَڑ ۷۳
کنویں کی مخلوق ۷۵
مشترکہ مرثیہ ۷۶

پشت پہ گھر

اکیسویں صدی

کے

نام

پُشت پہ گھر

- دریا نے کل جو چپ کا لبادہ پہن لیا ۱
- ہر نئے دَور میں تخلیق کا جادو برحق ۲
- یہ جو چہروں پہ لیے گردِ الم آتے ہیں ۴
- رہنے دے رتجگوں میں پریشاں مزید اسے ۵
- ترا بیمار اچھا ہو رہا ہے ۷
- کمتر نہیں ہے زہر سے یکسانیت مجھے ۹
- آنکھ کھلی ہے دِل دھڑکا ہے ۱۱
- تصویر پانیوں کی کچھ ایسی بنائی جائے ۱۳
- کیا یہ تعصباتِ ناداری نہیں ۱۵
- کل بھی تلاشِ رزق میں گزرا تمام دِن ۱۷
- لکھوں جو حرف، گرتے ہیں آنسو یہ اور بات ۱۹
- شاہ کے سایۂ نوازش میں ۲۱
- بس یونہی آنکھیں اشک آور ہیں ۲۳
- اِتنی بھی لَو نہ اُس سے لگانے کی رسم ڈال ۲۵
- لہجہ و اسلوب و تجدیدِ ہُنر اپنی جگہ ۲۷

- اِتنی ٹھنڈی آہ مت بھر، ہوش کر، پچھتائے گا ۲۹
- مری داستانِ الم تو سُن، کوئی زلزلہ نہیں آئے گا ۳۱
- چاروں طرف ہریالی ہے ۳۳
- چند ایک ہی چہروں کو تسلی سے پڑھا ہے ۳۴
- اس کا پیکر مری سوچوں نے تراشا کیسے ۳۵
- کیا ہوا جو روز و شب، آسمان سَر پر ہے ۳۶
- وہی رہرو شکستہ پا سے ہیں ۳۷
- اس نے خودی کا نشہ اُترنے نہیں دیا ۳۹
- دانتوں میں زبان لے رہا ہوں ۴۱
- چلنے لگے نہ ہجر کی آندھی کتاب میں ۴۳
- پانچ بچے ہیں ایک ٹافی ہے ۴۵
- چڑیوں کا جس درخت سے تھا دل لگا ہوا ۴۶
- گری جو برق، چمن کو تجلیاں بھی ملیں ۴۷
- شمع بینی کا اب انداز جدا رکھنا ہے ۴۸
- روداِد شباب لکھ رہا ہوں ۴۹
- جس دن سے خموشی مرے کمرے کو لڑی ہے ۵۰
- بجھتے ہوئے چراغ سے کم تر نہیں ہوں میں ۵۱
- تہمتیں جب بھی مرے سچ پہ زیادہ ہوں گی ۵۲
- ہم کبھی شہرِ محبت جو بسانے لگ جائیں ۵۳
- تسخیر کا وظیفہ کوئی حسبِ حال سوچ ۵۵
- میں بھی تجدید چاہتا ہوں تری ۵۶
- کر دیا غنچوں پہ جادو کس نے ۵۷

کچھ کھڑکیوں نے اب کے بڑا ہی مزا دیا	۵۹
اس تیرگی میں صرف ہمارے ہی پاس ہے	۶۱
میں بھی گھر بیٹھ گیا وہ بھی نہ باہر نکلا	۶۲
گاؤں بھی چھوٹ گیا شہر بھی کھانے آئے	۶۳
زلزلوں سے شہرِ جسم وجاں میں کیا رہ جائے گا	۶۵
میرا پورا شہر جب ڈھلوان پر آباد ہے	۶۶
میں نے کہا کہ میں ترا پیکر بناؤں گا	۶۷
بہنے لگے تو پلکوں سے لف کر دیا گیا	۶۹
بدن بستر کو تہہ کرنا پڑے گا	۷۰
کیا کریں گے قتل یہ ظلمت کے بیوپاری مجھے	۷۱
وہ اتنا سادہ ہے ظالم کہ کچھ پتہ نہ لگے	۷۳
ہمیں سیلِ حوادث کا زمانہ کچھ نہیں کہتا	۷۵
جو سوچوں میں کبھی ہم پیکرِ صحرا بناتے ہیں	۷۶
یہ بُرا حال جو حیات کا ہے	۷۷
کسی تو آئینہ گر کی دُکاں سے آیا ہے	۷۸
مرے سفر کو کبھی یوں بھی معتبر کر دے	۷۹
سستی شہرت کے لیے اوروں کا جبہ اوڑھنا	۸۰
غزل میں تیرے خدوخال لکھنے والا کون	۸۱
تجھ سے ملتے، تجھے اپنا کرتے	۸۲
حال اپنا کبھی اس سے زبانی نہ کہا کر	۸۳
اس نے کل گاؤں سے جب رختِ سفر باندھا تھا	۸۵
لمحات نے کھو دیا توازن	۸۶

○ کبھی حساس رگ جو پھٹ جائے	۸۷
○ کیسے سر چڑھ کے کسی اور کا جادو بولے	۸۸
○ پھر بعد میں تلاش کرے، اور دُہائی دے	۸۹
○ وہ ایک لفظ جو برسوں مطالعے میں رہا	۹۰
○ بجز ملال نہ کچھ دشتِ حادثات میں تھا	۹۱
○ ساحل اچھے نہ بھنور اچھے ہیں	۹۲
○ کرگسوں کے ہاتھ چڑیوں کا نشیمن بیچنا	۹۳
○ اس لڑائی میں جو یہ اِک سخت جاں ہے سامنے	۹۵
○ دشمن کو تو زیر کر لیا ہے	۹۶
○ زیست کی راہ میں کچھ ایسے بھی موڑ آئے ہیں	۹۷
○ یہی دنیا جو رویے سے مرے ناخوش ہے	۹۸
○ یا تو ساحل سے کنارا تمہیں کر جانا تھا	۹۹
○ لکھو نہ پچھلے حوالوں سے چٹھیاں اس کو	۱۰۰
○ ہمیں ہی پیاس بجھانے کا تجربہ کم تھا	۱۰۱
○ بے جرم وخطا، راہ کے پتھر کی طرح ہیں	۱۰۲
○ عذابِ سحر ہے کھلا آسمان اب کے بھی	۱۰۳
○ میری غربت نے تنگ دستی میں	۱۰۴
○ سانسیں محبوس ہوئی جاتی ہیں	۱۰۵
○ اے چشم شبنمی! یہ کوئی چھوٹی بات ہے	۱۰۶
○ ہم کیا کریں جو شاہ کی دہشت نہیں رہی	۱۰۷
○ چھوڑ اس تشنگی کے چکر کو	۱۰۸
○ سرد آہوں سے لَو نکلتی ہے	۱۰۹

ادبی ثقافت

○ جب اس کے ساتھ مرا رابطہ معطل تھا	۱۱۰
○ حق بات کے اظہار کا تہوار منایا	۱۱۱
○ اشک اُترے تو دامن کو نہ کر اتنا کشادہ	۱۱۲
○ جہاں نوکِ قلم ہتھیار ڈالے	۱۱۳
○ وہی اُڑان کا جذبہ تھا سوچ پنچھی میں	۱۱۴
○ خستہ بدن میں اشک فشانی سے کھیلنا	۱۱۵
○ قلم کی نوک جہاں کامیاب ٹھہرے گی	۱۱۶
○ کل ہاتھ کٹ گیا تھا، اب لات کٹ گئی ہے	۱۱۷
○ میرے خلاف، ابر کی سازش نہیں رُکی	۱۱۸
○ عہدِ بارود ہے کدھر جائے	۱۱۹
○ پیہم جب اضطراب سے سینہ دوچار تھا	۱۲۰
○ یادش بخیر جب میں ترا غم اسیر تھا	۱۲۱
○ محبت کی حدوں کو پار مت کر	۱۲۲
○ اُداس ہو بھی تو البم نکال رکھتا ہے	۱۲۳
○ مفت کے پتھروں سے ڈرتا ہوں	۱۲۴
○ ملگجے وقت میں نکھرتا ہوں	۱۲۵
○ تخلیقِ ہنر کیا ہے، ہم نے تو یہ جانا ہے	۱۲۶
○ میں سائبان سر پہ جو تانوں کرائے کا	۱۲۷
○ خود اپنی جان پہ شب کا عذاب جھیل گیا	۱۲۸
○ رات بارش میں جب مکان گرا	۱۲۹
○ انسان مر رہا ہے کوئی نوحہ خواں نہیں	۱۳۰
○ خوشبوؤں کے سارے پنچھی کھول دے	۱۳۱

- کل جو آندھی کا مرے گاؤں میں ریلا اُترا ۱۳۲
- رات ہَوا کی دستک میں تھی، خوشبو کس کے لہجے کی ۱۳۳
- تو اچھوتا ہے، تجھے خط بھی اچھوتا لکھوں ۱۳۴
- مفت کس واسطے کوئی سرِ بازار گرے ۱۳۵
- ظلمتِ شب کا ارادہ کہ نہ ایسا دیکھوں ۱۳۶
- اتنا تو حبس سینے کے اندر کبھی نہ تھا ۱۳۷
- ذہن گہری سوچ کے طوفان میں شل ہو گیا ۱۳۸
- ہر چند کہ زخمی ہوں مگر ڈر نہیں لگتا ۱۳۹
- یہ اور بھی ستم باغباں نرالا ہے ۱۴۰
- یہ کیا کہا کہ غم سے مفر ہے حیات کو ۱۴۱
- احترامِ لغزشِ مستانہ کر ۱۴۲
- کس بات پہ یہ برہمیِ لشکرِ گل ہے ۱۴۳
- ہے بُرا حال بال بچوں کا ۱۴۴
- تیشۂ عزم سے سر رات کا پھوڑا ہے بہت ۱۴۵
- ابھی کچھ حادثے جو ملتوی ہیں ۱۴۶
- میں نے جب موت کی بانہوں میں سمٹنا چاہا ۱۴۷
- زخموں پہ شباب اتنا زیادہ تو نہیں تھا ۱۴۸

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

ان کہی

اپنے شاگردِ رشید

اور ادبی جانشین عزیزی

شکیل سروش

کے

نام

ان کہی

- دیکھ لوگے، ابھی دیکھا کیا ہے ۱
- دل کہیں بھی نہیں لگتا ہوگا ۳
- نامکمل کو مکمل نہ بنا ۵
- اَن کہی کو کہی بنانا ہے ۶
- وقت کو ملگجا بنانا ہے ۸
- یہ جو اِک گردشِ زمانہ ہے ۱۰
- یک بیک روشنی میں آنا ہے ۱۲
- زردیٔ رُخ کو کیا چھپانا ہے ۱۴
- پیکرِ مفلسی بنانا ہے ۱۶
- خول چہرے پہ کیا چڑھانا ہے ۱۸
- جب اپنے آپ وہ دریا میں زہر گھول آئے ۱۹
- طرح طرح کی جگہوں پر اُتر کے دیکھتے ہیں ۲۰
- دل اُس کا روز رستہ دیکھتا ہے ۲۲

پڑاؤ ڈالنا ظلمت میں بزدلی بھی تو ہے	۲۳
تخلیق کے سفر کی کہانی بسر گئی	۲۴
کانپا نہیں جو دستِ طلب، ڈر اُتر گیا	۲۶
پسِ سجدہ اُٹھانا جاتا تھا	۲۷
زندگی دوسرے گزارتے ہیں	۲۸
گلابِ عشق، دِلوں میں کھلانے جانتا ہوں	۲۹
حویلی دل کی خالی ہے..... نہیں تو	۳۰
ذرا سا غنچہ کیا چٹکا ہوا ہے	۳۲
زندگی ہے رواں دواں اب بھی	۳۴
زہر کا گھونٹ بھر لیا جائے	۳۵
کیا ہوئے وہ ستارہ فام سے لوگ	۳۶
کوئی شہر جاں، قید خانہ نہیں تھا	۳۷
ڈوب کر اُس کے اِک اشارے پر	۳۸
لا کے ظلمات میں اُتار دیا	۳۹
جیسا کچھ ہے سفر گوارا کر	۴۰
مجھے گھومنا نہیں چاک پر، مرے کوزہ گر!	۴۱
ہار کے بخت سو گیا، آنکھ میں نیند مر گئی	۴۳
اے دل! دُکھ اپنے پاس رکھ اُس کی جدائی کا	۴۴
کل اِس زمیں پہ رہائش کی اِک سہولت تھی	۴۵
ہم تم میں کل دُوری بھی ہو سکتی ہے	۴۷

جن لوگوں کے اونٹوں پر سامان بہت ہے	۴۸
میں اگر دھوپ سے اُکتا جاتا	۴۹
چاند کا حال بُرا لگتا ہے	۵۰
رِہا کر دل سے اِس حسرت کو ورنہ	۵۲
اشکوں سے بھری ہیں مری تصویر کی آنکھیں	۵۳
وہ دھوپ کا پیکر ہے، اُس سے نہ بچا آنکھیں	۵۴
اب آنکھوں میں نہیں آئیں گے آنسو	۵۶
رہنے دیا نہ آنکھوں نے اشکوں کو چین سے	۵۷
وہ اپنے جانے کا ایسا یقین چھوڑ گیا	۵۸
یقین آ گیا مجھ کو، گمان ختم ہوا	۵۹
یہ دل جو مضطرب رہتا بہت ہے	۶۰
مرا رستہ اگر روکا نہ جائے	۶۲
حصار ماہ و سال میں نہیں رہے	۶۳
ہے چھپ چھپا کے گزارا چمن میں رہ کر بھی	۶۴
بھوک پیچھے پڑ گئی ہے ہاتھ دھو کر اور بھی	۶۵
لازمہ جب بھی مسافت کو بنایا ہم نے	۶۷
بہت ہشیار تھے قاتل ہمارے	۶۸
آواز جہاں گونج کی بھرائی بہت ہے	۶۹
گفتگو میں خوگرِ بے اعتدالی ہو گیا	۷۰
یہ جو ہے چاپ سی درختوں میں	۷۱

- نفرتوں کو ہوا نہ دو اتنی ۷۲
- کیا کہا جائے محبت کیا ہے ۷۳
- شبنم روئے، نیر بہائے ۷۴
- جھیل بھی گم تھی رات حیرت میں ۷۶
- رات دن سوچنا سزا تو نہیں ۷۷
- دلِ مضطر میں اعتدال کہاں ۷۸
- دھوئیں کا نام آسماں نہیں ہے تو اور کیا ہے ۷۹
- دل، کشمکشِ رنج و محن سے نہیں نکلا ۸۱
- اُونٹ اوروں کے ہیں سامان کسی اور کا ہے ۸۲

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

کتبے ٹھہر گئے
ترتیب وتدوین: رحمت علی شاد

”مجھے یقیں ہے میں زندہ رہوں گا ذہنوں میں“

بیدؔل حیدری ایک ایسی شخصیت کے طور پر ادبی افق پر اُبھرتے ہیں جنھوں نے اپنی شاعری سے پورے آسمان کو ستاروں کی مانند منور کر دیا۔ وہ اپنی ذات میں ایک عہد اور شاعری کے میدان میں روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ عہدِ جدید کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت اور جدّت پسند شاعر بھی تھے۔ ان کا اصل نام عبدالرحمان اور ان کے والد کا نام مراد خان تھا۔ وہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو بھارت میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ۱۹۳۶ء کے لگ بھگ ہی اپنی شاعری کا آغاز کر دیا اور وہ شاعری میں استاد جلال الدین حیدر دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کی پہلی غزل کا مطلع یہ ہے:

تم ہمارے ہو، ہم تمہارے ہیں
ایک دریا کے، دو کنارے ہیں

بیدؔل حیدری نے اگست ۱۹۶۵ء میں غازی آباد (بھارت) سے ہجرت کر کے کبیر والا (خانیوال) پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ وہ پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر تھے اور ”ارفع کلینک“ پر پریکٹس کرتے تھے جہاں مریضانِ صحت سے زیادہ ہمیشہ مسیحانِ ادب کا ہجوم رہتا تھا۔ پاک و ہند میں اُستادانِ فن کی روایتِ شعری، اسرار و رموزِ تخلیق، بالخصوص صنفِ غزل میں جدید لب و لہجے کو بڑھاوا دینے کے حوالہ سے خصوصی شہرت کے حامل جناب بیدل حیدری، ۸۔ مارچ ۲۰۰۴ء کی رات نو بج کر پینتالیس منٹ پر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

بیدؔل حیدری نے ملتان کے مضافات میں بیٹھ کر شاعری کی اور اس بات کو جھٹلا دیا کہ بڑے شاعر ہمیشہ بڑے شہروں میں ہی پیدا ہوا کرتے ہیں بلکہ انہوں نے ثابت کر دیا کہ بڑی شاعری کی تخلیق ان تمام زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد ہوا کرتی ہے بڑی شاعری کا تعلّق کسی خاص علاقے یا شہر سے نہیں بلکہ بڑا شاعر جہاں بیٹھ جائے وہی جگہ بڑی شاعری کا مرکز کہلاتی ہے۔

اپنے خوبصورت آہنگ، جدا لہجے اور انقلابی رجحان کے باعث بیدلؔ حیدری کا نام ایک جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ بیدلؔ حیدری شاعر ہیں اور اس تعارف کے ساتھ وہ پورے شعور سے مخاطب کی ذات پر چھا جاتے ہیں۔ انہیں غزل یا نظم کا شاعر کہہ کر کسی مخصوص خانے میں قید نہیں کیا جا سکتا۔

بیدلؔ حیدری کا ذخیرۂ الفاظ لامحدود تھا۔ فن کے لحاظ سے اپنے عالمِ عمر رسیدگی میں بھی وہ ہمیشہ کی طرح جوان، توانا اور متحرک رہے یہ جوانی صرف جذبہ وخیال کی جوانی نہیں۔ محسوسات کے اظہار ترسیلِ معنی اور جدید لفظیات کی جوانی ہے۔ وہ کتنے ہی کثیر الاستعمال الفاظ کو اپنی غزلوں میں ایسے تیوروں سے لائے ہیں کہ ان الفاظ کے مفاہیم جگمگا اٹھے ہیں اور وہ لغت وعروض کے شاعر نہیں ان کے یہاں غریب سے لگاؤ ان کی ذات کی مزید تطہیر کرتا نظر آتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ترقی پسندوں کو پاکستان سے کوئی نسبت نہیں لیکن بیدلؔ حیدری کے ہاں پاکستانیت اپنے پورے جاہ وجلال اور تقدیس وتحریم کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔ یوں ان کا رشتہ پہلے اپنی زمین اور پھر آسمان سے قائم ہو کر پوری کائنات کو اپنی آغوش میں لینے کے بعد زیادہ منزّہ ہو جاتا ہے۔ بیدلؔ حیدری کی شاعری اور ان کی ذات سے محبت فزوں تر ہو جاتی ہے۔ اپنی شاعری کے متعلّق بیدلؔ حیدری خود بتاتے ہیں:

> ''میں داخلی، خارجی اور مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کو یکجا کر کے اور کبھی الگ الگ پیکر بناتا ہوں اور ایسی شاعری سے گریز کرتا ہوں جس پر اخباری خبروں کا گمان ہو۔''
>
> (مضمون ''بیدل حیدری جدید شاعری کی توانا آواز'' از پروفیسر مقصود حسنی، مشمولہ ''میری نظمیں'' ص: ۸)

بیدلؔ حیدری کی شاعری انسان کی خوابیدہ حسّوں میں ارتعاش پیدا کرتی ہے۔ ان کی شاعری پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے اتنا گہرا مشاہدہ، اتنا مستند مطالعہ؟ بیدلؔ حیدری انسان کا دکھ سکھ اپنے سینے کی بے کراں وسعتوں میں محسوس کرتے ہیں۔ پھر وہی دکھ سکھ وہ اپنے لہو میں ڈبو کر قرطاسِ شعر پر منتقل کر دیتے ہیں۔ لاتعداد موضوعات ان کی شاعری کا حصہ ہیں۔ بیدلؔ حیدری کے شعری موضوعات کے حوالے سے پروفیسر مقصود حسنی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''شائد ہی کوئی ایسا موضوع ہو جو ان کی شاعری میں نہ ملتا ہو مثلاً بچے، گھر، افلاس موسم، سفر، بارش، درخت، پرندے، سمندر، طوفان، آندھی، جزیرے، سمندری اور خلائی مخلوق، آثارِ قدیمہ، احادیث، اقوال، تورات، زبور، انجیل کے حوالے، رامائن اور مہابھارت کے بعض اشارے، گورکی کے ناول ''ماں'' کی بعض جھلکیاں، پرندوں

کی آوازوں کی معنوی تفہیم، علم الحروف، علمِ ہندسہ، مصرعوں میں تاریخ نکالنا، علمِ نجوم، علمِ جفر، ٹیلی پیتھی، حضرتِ مجدّد الف ثانی کا تصوّف اور فلسفہ، اسلامی آئین، کربلا کا پس منظر خواب، خواہشات، افسر شاہی کا نوحہ، دوستی اور امن کا پیغام، مزدور کا خون پسینہ، امید استحصال کے خلاف احتجاج اور برسرِ پیکار ہونے کا حوصلہ، نور و ظلمت، انسان کے مسائل انسان کی حرمت، سیاسی، معاشی اور معاشرتی قدروں کی پامالی کا تذکرہ اور انسانی وحدت کی ضرورت وغیرہ ان کی شاعری کے خصوصی موضوعات ہیں۔''

(مضمون ''بیدلؔ حیدری جدید شاعری کی توانا آواز'' از پروفیسر مقصود حسنی مشمولہ ''میری نظمیں'' ص: ۸)

بیدلؔ حیدری جیسی نابغۂ روزگار شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں جو اپنے کام سے، اپنے کردار سے اور اپنے بے پناہ خلوص سے ایک زمانہ کو متاثر کرتی ہیں۔ بیدلؔ حیدری کے رنگِ تغزل میں جدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے کلام میں بے شمار ایسی خوبیاں ہیں جو انہیں ایک عظیم تخلیق کار ثابت کرتی ہیں اور ان خوبیوں کا احساس انہیں خود بھی تھا۔ وہ بتاتے ہیں:

''جس طرح سیارگاں کے بارہ برج ہیں اسی طرح شاعری کے بارہ ستون ہیں۔ ایوانِ شاعری کا پہلا ستون میر تقی میرؔ، دوسرا آتشؔ لکھنوی، تیسرا میر انیس لکھنوی، چوتھا مرزا غالبؔ، پانچواں حکیم مومن خاں مومنؔ، چھٹا علامہ اقبال، ساتواں جوشؔ ملیح آبادی آٹھواں مرزا یاس یگانہؔ چنگیزی، نو واں فانی بدایونی، دسواں فراقؔ گورکھپوری، گیارھواں احمد ندیم قاسمیؔ اور بارہویں کے نام کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا جبکہ وہ میں بھی ہوسکتا ہوں۔''

(بیدلؔ حیدری، مطبوعہ انٹرویو: ہفت روزہ ''حقانیت جہاں'' کبیروالا ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء)

بیدلؔ حیدری کی شعری مشق بہت زبردست تھی کیوں کہ انہیں علمِ عروض اور فنِ شاعری پر حیرت انگیز دسترس حاصل تھی بلکہ اس پر انہیں اتھارٹی تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ ان کی شعری ریاضت نصف صدی سے بھی کچھ زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ علمِ عروض اور شعر کے عیوب ومحاسن پر انہیں سند کا درجہ حاصل تھا۔ بقول خود بیدل حیدری:

اب شعر گوئی میرے لیے مسئلہ نہیں
میں جانتا ہوں لفظ و معانی سے کھیلنا

قمر رضا شہزادؔ! بیدلؔ حیدری کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیدلؔ حیدری ایک باکمال شاعر تھا۔ اس کا شعری سسٹم وقت کی نزاکت اور ضرورت کو سمجھتا تھا۔ روایتی انداز میں شعر کہنے والا بیدلؔ حیدری جب

لاہور سے کبیر والا آیا تو یہاں کے ترقی پسند حلقوں کی پذیرائی اسے روشن خیال شاعری کی طرف لے گئی اور پھر جب وہ فنون میں شائع ہونا شروع ہوا تو شاعری کے نئے ذائقوں سے آشنا ہوا اور یوں جدید غزل کے تمام خوبصورت رنگ اس کی شاعری میں شامل ہو گئے۔ یہی وجہ ہے بیدلؔ حیدری نے اپنی زندگی کے آخری پندرہ بیس سالوں میں جو غزلیں کہی ہیں وہ اسے جدید غزل میں ایک معتبر مقام عطا کرنے کے لیے کافی ہیں۔''

(قمر رضا شہزادؔ: مضمون ''ڈاکٹر بیدلؔ حیدری'' مطبوعہ روزنامہ ''نوائے وقت'' ۷ مارچ ۲۰۰۶ء)

بیدلؔ حیدری تاحیات مفلسی سے نبرد آزما رہے۔ غربت و افلاس نے کبھی بھی ان کے گھر کا آنگن نہ چھوڑا۔ گویا مفلسی ان کے گھر پیدا ہوئی اور پھر جوانی کے مراحل سے گزر کر بڑھاپے کو پہنچی۔ بیدلؔ حیدری نے معاشی حوالہ سے افلاس کی زندگی بسر کی۔ اس کے باوجود فکری سطح پر ان کے ہاں نا اُمیدی اور یاس کے بجائے قناعت اور اُمید کی شمع روشن رہی اِس حوالہ سے ان کا شاعرانہ رویہ ملاحظہ فرمائیے:

ہم تو بھوکے بھی گزر کر لیں گے
بھوک کا کیسے گزارہ ہو گا

فرض ہونے نہ دی زکوٰۃ کبھی
مفلسی ! تجھ پہ ناز کرتا ہوں

تم نہ اُجڑے نہ گھروں سے نکلے
تمہیں کیا علم کہ غربت کیا ہے؟

بھوک پیچھے پڑ گئی ہے ہاتھ دھوکر اور بھی
پیٹ سے باندھو مرے دو چار پتھر اور بھی

بیدلؔ حیدری بڑے اعتماد کے ساتھ پُرامید لہجے میں بات کرتے ہیں۔ انہوں نے بے شمار مصائب و آلائم کو بڑی خندہ پیشانی سے قبول کر کے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ وہ کہیں بھی مایوس اور زندگی سے بیزار نظر نہیں آتے بلکہ وہ ہر جگہ بڑے پُراُمید نظر آتے ہیں۔ ان کے پختہ اعتقاد کی گواہ ان کی ایک نظم ''لازماً ایسا ہوگا'' ہے۔ یہ نظم مایوس اور افسردہ دلوں میں زندہ رہنے کی قوت پیدا کر دیتی ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

وقت کے ہاتھ میں سورج کا پھریرا ہوگا
کل کی دنیا میں اُجالا ہی اُجالا ہوگا
کل کی تقسیم، مساوات پہ مبنی ہوگی
کل زمانے میں کوئی شخص نہ بھوکا ہوگا
امن کا دیپ ہر اک گھر میں جلے گا بیدلؔ
انقلاب آئے گا اور لازماً ایسا ہوگا

بیدلؔ حیدری نے زندگی کی تلخیوں کو چکھا ہے اور یہی تلخیاں ان کی شاعری میں بھی جا بجا دیکھی جاسکتی ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں محرومیوں اور تلخیوں کا بیان تو کیا مگر اپنے لہجے کو تلخ نہیں ہونے دیا۔ نا اُمیدی اور مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی انہوں نے امیدوں کے چراغوں کو بجھنے نہیں دیا۔

شب بھی ڈھلے گی، صبح کی ساعت بھی آئے گی
آئے گی، روشنی کی حکومت بھی آئے گی

بیدلؔ حیدری کا لب ولہجہ رجائی ہے۔ تمام تر تکالیف کے باوجود انہوں نے انفرادی دکھ کو اپنے تک محدود رکھا اور دوسروں کو اُمید اور حوصلے کا پیغام دیا۔ وہ برے وقت سے نہیں ڈرتے ان کے ہاں زندگی کی شکست میں بھی ایک فتح مندی کا احساس ہے۔ انہیں اظہار کا ہنر آتا ہے۔ فنی لحاظ سے ان کی غزل میں تمام خوبیاں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ انہوں نے تراکیب اور لفظوں کو نہایت مہارت سے استعمال کیا ہے اور ان کے لفظوں میں جگنوؤں کی چمک ہے، تراکیب انوکھی اور سچائی کا دور دورہ ہے، حقیقی تجربات ہیں۔ ان کی غزل میں شکوہِ الفاظ کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے، زبان و بیان میں فنی پختگی اور ان کا نکھرا ہوا اسلوب انہیں دیگر شعرا سے منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔ انہوں نے دنیائے ادب کو وہ کچھ دیا جو انہیں کبھی مرنے نہیں دے گا بلکہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ خود انھی کے بقول:

مجھے یقیں ہے میں زندہ رہوں گا ذہنوں میں
میں جب مروں تو مرے مرثیے نہ لکھے جائیں

بیدل حیدری کا کلام مختلف ادبی رسائل کی زینت بھی بنتا رہا تاہم ان کا بہت سا کلام اُن کی بیاضوں تک محدود رہا۔

بیدلؔ حیدری اپنے دور کے مقبول اساتذہِ فن میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے جنوبی پنجاب میں جدید غزل کی تحریک کا علم بلند کیا۔ اس کی آبیاری کے لیے اور اسے باقاعدہ روایت کی شکل عطا

کرنے کے لیے انہوں نے اپنے شعری فیضان سے نوجوان شعرا کی ایک پوری کھیپ تیار کی۔ ذیل میں بیدل حیدری کے حلقۂ ارادت سے بہرہ ورانِ نیاز کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے، جسے مکمل تو شاید قرار نہ دیا جا سکے، تاہم اس سے اِس امر کا اندازہ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ شعر و ادب کے فروغ میں بیدل حیدری کس طرح ایک مکتب کی صورت اختیار کرتے چلے گئے۔

''ارشاد جالندھری، کیف عرفانی، سید اطہر ناسکؔ، ڈاکٹر اختر شمارؔ، مظہر بخاری، خادم رزمیؔ، شوکت مہدی، ناصر بشیر، حامد غازی آبادی، وحید میرٹھی، اکبر چترالی، مسرّت حسن مسرتؔ، ایم اے فرید، اسلم شاہدؔ، منظور وزیر آبادی، ذاکر عثمانی، شاداب دہلوی، انجم امروہوی، خلیل مرزا، بشیر عاصیؔ صدیق دوہرہ دونی، مولانا ابراہیم قمرؔ، مظفر عالم مظفرؔ، مولانا اسد اللہ گیلانی، مولانا منصور ناصرؔ، محمد رمضان چغتائی، اسلم انجمؔ، امجد علی امجدؔ، محمود ثنا، ناصر سرگانہ، حسن عدیل، سید مہدی حسن، ریاض ارم، الطاف حسین الطافؔ، احمد نواز ناصرؔ، شوکت شاہدؔ، بشیر عاصم، مسعود انجم تجمل حسین، خلیل محسن، ساحل ہاشمی، کوثر بندیشہ، سلطان محمود چمن، کوثر عباس کوثرؔ، عقیل رحمانی، شام جعفری، عطا الرحمان شہزادؔ، سعید نظامی، شکیل ملتانی، اسلم سعیدی، اکرم سندھی، عرفان ملک، ملک در محمد شادؔ، نوید کیانی، آصف وفا، پرویز اختر خٹک، فضل الرحمان، ناصر شجاع آبادی، مرزا نشاط جمال بیگ، اقبال جاوید، محمد صادق راہی، ڈاکٹر محبوب عالم شاہدؔ، پروفیسر نذر خلیق، ڈاکٹر عثمانی، عامر مرزا مظہر قلندرانی، عمر کہروڑوی، شاہد ملک، عظیم حیدر، قاسم ضیاء، افضل نوید بھٹی، وسیم جبران۔''

بیدل حیدری کے مطبوعہ کلام میں پہلا شعری مجموعہ ''اوراقِ گل'' جسے مکتبہ فرید مزنگ لاہور نے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا تھا کہیں سے بھی دستیاب نہیں ہو سکا بقیہ تینوں مجموعے ''میری نظمیں''، ''پشت پہ گھر'' اور ''ان کہی'' شاملِ کلیات ہیں۔

بیدل حیدری کا مطبوعہ و غیر مطبوعہ بلکہ غیر مدون کلام بھی اس کلیات میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ان کے چار متذکرہ شعری مجموعہ جات سے تین مجموعے غزلیات کے ہیں اور ایک نظموں کا ہے۔ علاوہ ازیں ان کا بہت سا غیر مطبوعہ و غیر مدوّن کلام جو راقم کی ایم فل سطح کی ریسرچ کے نتیجے میں سامنے آیا وہ بھی ایک الگ حصے کی صورت میں شاملِ کلیات کیا جا رہا ہے، جو میرے لیے باعثِ افتخار ہے۔ مختلف بیاضوں سے ملنے والے اس غیر مطبوعہ و غیر مدوّن کلام کی بابت یہ جان لینا شاید غیر اہم نہ ہو کہ اِس حصے میں شامِل ان کا زیادہ تر کلام ایسا ہے کہ غالباً جس کو اپنے شاعر کی نظرِ ثانی کا اعجاز میسر نہیں ہو سکا۔ دوسرا یہ عرض کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ بہت سی غزلیات کے بخطِ بیدل

سے کمپوز صورت میں آنے کے دوران سہواً اگر کہیں کوئی کوتاہی وارد ہوگئی ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

بیدل حیدری کے لاتعداد تلامذہ میں سے اپنا ادبی جانشین جناب شکیل سروش کو منتخب کیا تھا غالباً اسی حوالہ سے ان کا چوتھا شعری مجموعہ ''ان کہی'' کا انتساب بھی شکیل سروش کے نام ہی ہے۔ شکیل سروش صحیح معنوں میں اپنے استاد کے ادبی جانشین اور ادبی وارث نظر آتے ہیں، وظیفہ تخلیق شعر سے اعلیٰ سطح کی وابستگی کے معمولات اپنی جگہ، اشاعتی حوالہ سے دیکھا جائے تو راقم کی کتاب سمیت ایک بیدل نمبر اور مذکورہ کلیات کے اہتمامِ اشاعت کے علاوہ انہوں نے بیادِ بیدل حیدری معروف علمی و ادبی جریدے ''ادب و ثقافت'' کے اجرا اور اس کے اشاعتی عملے کے تسلسل کو ممکن بناتے ہوئے اپنے ادبی جانشین ہونے کا عملی ثبوت بھی پیش کیا ہے۔ شکیل سروشؔ اپنے استاد بیدلؔ صاحب کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

ے میرے استاد، مرے پیر ہیں بیدلؔ صاحب
ان کی عظمت ہے مجھے غالبؔ و مومنؔ کی طرح

شکیل سروش نے اپنے اُستادِ گرامی کی رحلت کے بعد ان کے فکر و فن کی ترویج و اشاعت کے لیے جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور دیے چلے جا رہے ہیں۔ وہ بجائے خود ایک واجب التحسین عمل ہے۔۔۔ ایک ایسا عمل کہ جس کی ادبی اہمیت اشاعتی حوالہ سے کسی بڑی ادبی تحریک سے کم نہیں ہے، جس پر وہ باقاعدہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اُمید کی جانی چاہیے کہ ان کا یہ اشاعتی تحرک اسی طرح جاری و ساری رہتے ہوئے جملہ وابستگانِ بیدل حیدری کی تالیفِ قلب کا سامان کرتا رہے گا۔۔۔ دُعا گو ہوں کہ ربِ لوح و قلم ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

ڈاکٹر رحمت علی شاد

فہرست

❑	”مجھے یقیں ہے میں زندہ رہوں گا ذہنوں میں“	۱۱
○	حمد	۱۹
○	۱۲ ربیع الاوّل	۲۱
○	نعت	۲۳
○	نعت	۲۴
○	نعت	۲۵
○	نعت	۲۶
○	نعت	۲۷
○	نعت	۲۸
○	نعت	۲۹
○	نعت	۳۰
○	نعت	۳۱
○	نعت	۳۲
○	نعت	۳۳
○	یہی تو بوترابؑ ہے	۳۴
○	علیؑ، ولی	۳۶
○	حسینؑ لازوال ہے	۳۸
○	حسینؑ، تیری سمجھ میں آئے	۴۰

حریفِ روشنی نہ بن	۴۱
سلام	۴۲
سلام بحضورِ حسینؑ ابنِ علیؑ	۴۴
یہ معجزہ ہے	۴۶
سلامِ عاشورہ	۴۷
اے قلم! رو رو کے لکھ	۴۸
ہائے ہائے (مسدس)	۵۰
پیاس کے بارہ پیکر	۵۳
کربلا کے پس منظر میں متفرق اشعار	۵۵
پیرزادہ محمد ادریس تابشؔ شجاع آبادی مرحوم	۵۸
قطعۂ نقشِ ہاشمی	۵۹
محسن رضا کی موت پر	۶۰
سعید بٹ کی موت پر	۶۱
طاہر غنی مرحوم	۶۲
وطن	۶۴
چھ ستمبر	۶۵
درس گاہ	۶۶
قومی بچت	۶۷
کسان (۱)	۶۸
کسان (۲)	۶۹
اکیسویں صدی اور نیا سال	۷۰
میرے ساتھیو	۷۱
قصۂ پارینہ	۷۲
خواب کا اِک اِک دریچہ کھل گیا	۷۳
چاہے سمندر پار کا ہو، قسمت کی لکیر نہیں ہوتا	۷۵

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

- دراصل میرا رویہ ہی کھلنے والا تھا ۷۷
- تعمیرِ نو میں جن کا حوالہ دیا گیا ۷۸
- کبھی جستجو کے فریب میں، کبھی انتظار میں لٹ گیا ۷۹
- تعارف بھی نہیں تھا اور نہ وہ چہرے سے واقف تھا ۸۰
- آپ اپنا طواف بھی اچھا ۸۱
- فرش والا عرش پر پہنچا دیا ۸۲
- لگتا ہے کیوں زمین سے یہ آسماں، سنا ۸۳
- کام اچھا تھا مگر سر نہ ہوا ۸۵
- محبت میں بھی دل خوددار نکلا ۸۶
- شدّتِ انتظار نے، رات کمال کر دیا ۸۷
- چھن گیا جب سے میرا گھر آدھا ۸۸
- دھوپ سے بچنے کا ساماں تو رہِ ہستی میں تھا ۸۹
- جنوں کی خیر، ہوئی ہیں زیارتیں کیا کیا ۹۰
- سن تو لو حال بے قراروں کا ۹۱
- قصبہ تمام ایک سڑک پر سمٹ گیا ۹۲
- اس کا گھبرا کے وہ انگشت نما ہو جانا ۹۳
- تری طرف سے جب کوئی نراس ہو کے رہ گیا ۹۴
- ہو رہی ہے سخن طرازی کیا ۹۶
- ہر چند وقت، زخم ہی دے کر گزر گیا ۹۷
- ہوگی قضا بھی لرزہ بر اندام دیکھنا ۹۸
- کوئی کانٹا نظر نہیں آیا ۹۹
- کل میں کہاں سے گزرا تھا ۱۰۰
- کوئی جادو جگانا چاہیے تھا ۱۰۲
- جب تک یہاں زمین پہ میں آ نہیں گرا ۱۰۴
- لڑکھڑاتا ہوا، سنبھلتا ہوا ۱۰۶

- تیرا وعدہ بھی نہ سچا نکلا ۱۰۸
- جب کوئی ڈوبا ہوا شخص ابھر کر بولا ۱۱۰
- میں نے اتنا سفر تمام کیا ۱۱۱
- بدگمانی ہے یہ گمان میں کیا ۱۱۳
- دل کیا ٹوٹا، سارا بچہ ٹوٹ گیا ۱۱۵
- دل کو محرومِ تمنّا نہیں رہنے دیتا ۱۱۶
- موسم میں جان تھی نہ چمن پر نکھار تھا ۱۱۷
- کارِ نشو ونما تو ہونا تھا ۱۱۸
- چشم پُر آب پر دلِ مضطر نہیں بنا ۱۱۹
- میں اُس کو پا کے بھی جب منزل آشنا نہ ہوا ۱۲۰
- کچھ یوں بھی کُھلے دل سے زمانہ نہیں ملتا ۱۲۱
- درد پہلو میں اُٹھا اور نہ میرا دل بیٹھا ۱۲۳
- دھوپوں کے صحرا میں لا کر، کربِ سفر میں چھوڑ گیا ۱۲۴
- نہ ارماں نہ ارماں کا مسکن سلامت ۱۲۵
- آرزو ڈوب گئی ہے شفقِ شام کے ساتھ ۱۲۶
- جب تعلق نہ تھا تمہارے ساتھ ۱۲۷
- کل دیکھتی گئی ہے مجھے چشم تر کے ساتھ ۱۲۹
- گرچہ دورانِ مسافت تھا اکیلا سورج ۱۳۰
- لہو اُچھال کے گل ہائے شاعری کی طرح ۱۳۲
- رات کہتی ہے اندھیرا یونہی برسے گھر گھر ۱۳۳
- تبصرے بند ہیں جس روز سے میخانوں پر ۱۳۵
- جہاں لَب کُشا ہوا میں، غمِ گردشِ جہاں پر ۱۳۶
- پھر جدا ہو گیا کوئی مل کر ۱۳۷
- اب دل میں مرے انجمن آرا ہے کوئی اور ۱۳۸
- زخموں سے گلستاں تک، اشکوں سے کہکشاں تک ۱۳۹

- کون قسطوں میں جئے رات بسر ہونے تک ۱۴۰
- رات بھی خودکشی کی سرحد تک ۱۴۲
- کیسے نکھر گئے ہیں لہو میں نہا کے لوگ ۱۴۳
- کس کس کو سُناتے ہیں اپنا غم ہم لوگ ۱۴۴
- کیا لکھیے فرقت کا حال ۱۴۶
- ہے شگفتِ گُل سے پیدا نعرۂ جُہد و عمل ۱۴۷
- اک توقع پر کہ جو رکھتے تھے مستقبل سے ہم ۱۴۸
- شہر کے لوگ آ کے دیکھیں گاؤں میں ۱۴۹
- ڈھیر ارمانوں کی لاشوں کے لگے ہیں مجھ میں ۱۵۰
- کٹ چلی ہیں حافظے کی ڈوریاں ۱۵۱
- اپنی تکمیل کے سفر میں ہیں ۱۵۳
- اُس کو نزدیک لا کے سوچتے ہیں ۱۵۴
- اس طرح خود میں دھنس رہا ہے کوئی ۱۵۵
- کبھی لہریں ترا چہرا جو بنانے لگ جائیں ۱۵۷
- فاصلہ مجھ سے سمندر کا زیادہ بھی نہیں ۱۵۹
- یہ گھروں سے گھر کا آسیب اُترتا کیوں نہیں ۱۶۰
- چہروں پہ بے بسی کے کتبے ٹھہر گئے ہیں ۱۶۱
- ہر لب پہ قفل ہے، لبِ گویا کوئی نہیں ۱۶۳
- لرزاں جو روشنی ہے تمھارے مکان میں ۱۶۴
- کترا کے جو، اب گزر رہے ہیں ۱۶۵
- کبھی گرم گرم آنسو، کبھی سرد سرد آہیں ۱۶۶
- رنگ نسرین و نسترن میں نہیں ۱۶۷
- وہ اپنے آنسوؤں سے اہلِ دل کا دل بدلتے ہیں ۱۶۸
- میں تپِ عشق میں بادیدۂ تر جاتا ہوں ۱۶۹
- ہر نفس میں وہ سکوں ہے کہ گلستاں میں نہیں ۱۷۰

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

- مانا کہ آدمی کی نظر نارسا نہیں ۱۷۱
- یاد جس کو کبھی کیا بھی نہیں ۱۷۲
- یہ پیمانِ وفا جو ٹوٹتے ہیں ۱۷۴
- زندگی میرا کھلونا تو نہیں ۱۷۶
- زائچہ میرا جو بنتا ہی نہیں ۱۷۸
- جب تم لکھو گے عہدِ ستم گر کی جھلکیاں ۱۷۹
- سردی کے باوجود بدن کے غلاف میں ۱۸۰
- اب عشق بھی آیا ہے تغافل کے اثر میں ۱۸۲
- وہ چند آئینہ لمحے کہاں سے لائے جائیں ۱۸۳
- کل سرِ شام جو ساون نے لٹائے جگنو ۱۸۴
- برف باری کی وہ راتیں، وہ شرارے آنسو ۱۸۶
- غیر ہو کر بھی وہ اپنا نظر آئے مجھ کو ۱۸۷
- پیہم شکست دے کے غمِ کائنات کو ۱۸۸
- تلاشِ زر کے زمانے میں لے گیا مجھ کو ۱۹۰
- کس طرح پیکر، ایک غزل میں بنائیں، دو ۱۹۱
- قسم ٹوٹی مرے ہمسائے کی آہستہ آہستہ ۱۹۲
- بستیوں میں پہلی بارش سے قیامت آ گئی ۱۹۳
- دل کے زخموں کی فضا کشمیر سی لگنے لگی ۱۹۴
- میرے جذبوں، مری سوچوں، مری غزلوں جیسی ۱۹۶
- شب بھی گزری ہے رہائی بھی اندھیرے سے ہوئی ۱۹۸
- شب بھی ڈھلے گی، صبح کی ساعت بھی آئے گی ۱۹۹
- تمھیں رہی ہے تمنّا جنھیں مٹانے کی ۲۰۰
- جام کو توڑ کر بھی کب، لذّتِ میکشی گئی ۲۰۱
- محرابِ آرزو کو فلک بوس کر گئی ۲۰۲
- جب نہ لطفِ نظر کرے کوئی ۲۰۳

اک بوند بھی لہو کی کسی شاخ پر نہ تھی	۲۰۴
جی رہا ہے تری یادوں کے سہارے کوئی	۲۰۶
ان کی دنیا ئیں بھی جنت والی	۲۰۸
تازہ لہو سے تازہ کہانی لکھی گئی	۲۰۹
سوچا اُسے تو سوچ کو تنہائی مل گئی	۲۱۰
تپتے صحرا سے گزارے جاؤ گے	۲۱۱
شمع بینی کا اب انداز جدا رکھنا ہے	۲۱۲
زخمِ دل ہے کہ دل آزاری ہے	۲۱۳
محبت زندہ رہنا چاہتی ہے	۲۱۴
سرد آہوں سے لو نکلتی ہے	۲۱۶
کس لیے مجھ سے دکھاوے کی محبت کی جائے	۲۱۷
لفظوں کے پکھیرو ہوں کہ لہجوں کے پرندے	۲۱۹
کرب کے مناظر کا، سائبان سر پر ہے	۲۲۱
گیسو و رخ کی فضا آج بھی تابندہ ہے	۲۲۲
یا خود کو کسی گرد کے طوفاں میں چھپا دے	۲۲۳
عبور کرنی پڑی ہے لہو کی جھیل مجھے	۲۲۴
داغِ دل، اشکوں میں حل ہوتے رہے	۲۲۶
رہگزارِ ہستی میں، جشنِ خوں فشانی ہے	۲۲۷
شعلوں کا رقص پورے چمن کی فضا میں ہے	۲۲۸
اُترا ہے جہاں چاند ہمیشہ مرے آگے	۲۲۹
ظلمت میں یادوں کے جھونکے، تیز چلیں تو اچھا ہے	۲۳۰
قبل اس کے مجھے جینے کی سزا دی جائے	۲۳۲
میں تو بے نام و نشاں تھا پہلے	۲۳۴
ہر سفینہ ڈوبنے کے واسطے مجبور ہے	۲۳۵
اِک تغافل میں شکستِ دل و جاں ہوتی ہے	۲۳۶

❑ کب سے نیاز مند کو شوقِ نیاز ہے	۲۳۷
❑ ہر فضا، غیر معتبر سی ہے	۲۳۸
❑ اِک اِک نفس کو پیار کے سانچے میں ڈھالیے	۲۳۹
❑ سرودِ دشت کو بھٹکی ہوئی فغاں کہیے	۲۴۰
❑ سانچے میں ہوس کے ڈھل گئی ہے	۲۴۱
❑ یہ جو بجلی شرر اُگلتی ہے	۲۴۲
❑ قضا نے شیشۂ ساعت میں زہر ڈالا ہے	۲۴۳
❑ جب مراذکر تیری بزم میں چل جاتا ہے	۲۴۴
❑ کیوں کوئی پھول چمن زار سے لایا جائے	۲۴۵
❑ کانٹوں کی نوک دامنِ گل سے گزار کے	۲۴۶
❑ میں تیرے پاس سے گزروں تو دل پگھلنے لگے	۲۴۷
❑ اشک جب رنگ پہ آتا ہے ڈھلک جاتا ہے	۲۴۸
❑ رقصیدہ حسرتوں سے، فغاں کے الاپ سے	۲۵۰
❑ میں تجھے دیکھتا ہی رہ جاؤں	۲۵۲
❑ فضائے غم میں بھی دلِ لالہ زار ایسا ہے	۲۵۳
❑ جب اس کے اشک مجھے دیکھ کر نکلنے لگے	۲۵۵
❑ دُوریاں خود ہی بدل دیں گی خیالات اس کے	۲۵۶
❑ بے زباں ہو کے زباں کھولتا ہے	۲۵۷
❑ اب رہائش ہے مری دل کے کھنڈر کے پیچھے	۲۵۹
❑ راستے سے ہٹا دیا جائے	۲۶۰
❑ پیٹ کو کاٹ کے کھایا جائے	۲۶۲
❑ تیری مٹھی، خدا معاف کرے	۲۶۴
❑ آنکھ کی نہر اور ہے، نہر فرات اور ہے	۲۶۵
❑ نہ وہ عاشقی کا چلن رہا، نہ وہ چاہتوں کے بھرم رہے	۲۶۶
❑ ایسا نڈر بھی رات کی وادی میں کوئی ہے	۲۶۷

ادب و ثقافت انٹرنیشنل

- ❑ یہ ہم نے دھوپ جو اوڑھی ہوئی ہے ۲۶۸
- ❑ دل کو اشکوں کی روانی سے نکالا جائے ۲۶۹
- ❑ تم جلاؤ گے کیا دلوں کے دیے ۲۷۰
- ❑ ہر خزانہ نہیں ہے سب کے لیے ۲۷۲
- ❑ وحشت روی جو یاد کبھی آ گئی مجھے ۲۷۳
- ❑ ایسا بھی پیش آئے کسی دن سفر مجھے ۲۷۴
- ❑ گزرا ہے لہو پہلے پہل میرے ہی سر سے ۲۷۶
- ❑ اب سوچوں میں بجتے ہیں گجر اور طرح کے ۲۷۷
- ❑ رتجگے جب شام سے پہلے ہی در آنے لگے ۲۷۸
- ❑ شب کے کنوئیں میں جب تم، سورج کو ڈال آئے ۲۷۹
- ❑ اب رہزنی کا خوف تجھے قلب زار کیا ۲۸۰
- ❑ خود کو ہونے نہ دیا آگ بگولا میں نے ۲۸۱
- ❑ سوچوں کا رات اس قدر انبار سا لگا ۲۸۲
- ❑ ملا جب نہ مجھ کو شریک سفر ۲۸۳
- ❑ کیا آوازے کستے ہیں، آج بھی مجھ پر خاص و عام ۲۸۴
- ❑ رفتہ رفتہ کشاں کشاں مجھ کو ۲۸۵
- ❑ مرا سفر تو ہمیشہ ہی رائیگاں جائے ۲۸۶
- ❑ سر پہ مفلس کے چھابڑی دن بھر ۲۸۷
- ❑ سارے دن کا تھکا ہوا سورج ۲۸۸
- ❑ ذہن کہتا ہے کہ اصنام پرستی نہ کروں ۲۸۹
- ❑ یہ جو تصویر میں بھی خاک بسر لگتا ہے ۲۹۰
- ❑ متفرق اشعار ۲۹۱
- ❑ قطعات و رُباعیات و خمریات ۳۰۴